ڈاکٹر محمد عزیر، ای ایس ٹی، گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول، غورغشتی

ڈاکٹر ظفر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Dr Muhammad Uzair, EST,GHSS GHURGHSHI.
Dr. Zafar Ahmed, Assistnant Professor, Urdu Department, NUML Islamabad.

ضمیرجعفری کی خاکہ نگاری :فکری و فنی جائزہ

AN INTELLECTUAL AND ARTISTIC ANALYSIS OF SYED ZAMEER JAFRY'S SKECTH WRITINGS

Abstract:
Zameer jafri is among the widest known sketch writers. As great as his mastery over Urdu language was, his control over English literature did not fall short. His written works were compiled and made into three great books which contributed greatly towards the continuation of Urdu tradition. In addition to his profound use of language, his grip over circumstantiality, as well as his proficiency in explaining minute details and completely covering every aspect of the personality in question, is some of his important qualities. Through the analysis of zameer jafri's sketches it becomes quite evident that he has complete dominance over his art. While peeking at the historical background, he can be seen utilizing all the important attributes of language to produce importance and a heart-clenching attractiveness in his sketches.

Key Words: *Zameer Jafri, Sketch Writers, Urdu Language, English Literature, Proficiency.*

سید ضمیر جعفری صاحبِ طرز خاکہ نگار ہیں۔ان کے خاکوں کے دو مجموعے "اڑتے خاکے" اور "کتابی چہرے" قارئین کا ایک وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔طنزیہ ومزاحیہ اسلوب کے حوالے سے آپ کی الگ شناخت ہے۔آپ نے نہ صرف اپنے متعلقین اور دوست احباب کے خاکے لکھے ہیں،وہاں آپ کے قلم سے کئی فرضی شخصیات کے خاکے بھی کشید ہوئے ہیں،جو اردو خاکہ نگاری میں طنزومزاح کے ضمن میں تادیر یادرکھے جائیں گے۔معاصر خاکہ نگاروں میں ضمیر جعفری کا اختصاص یہ تھا کہ آپ کے خاکوں میں جہاں صاحبِ خاکہ کی شخصیت کی مکمل تصویر قاری کے سامنے واضح ہوتی ہے وہاں شگفتگی اور مزاح کی ایک خاص رو بھی قاری کو زیرِلب تبسم پر مجبور کرتی ہے۔معاصر

اردو خاکہ نگاری کی مزاحیہ روایت ان کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ ذیل میں ان کے خاکوں کے فنی و فکری محاسن اور خصوصیات کا جائزہ لیتے ہیں۔

خاکہ نگاری میں مقام و مرتبہ:

ضمیر جعفری کے ہاں زیادہ تر خاکے تاثراتی یا تقریباتی نوعیت کے ہیں۔ کسی کتاب کی تقریب رونمائی ہوئی تو وہاں صاحبِ کتاب کی شخصیت پر بھی گفتگو کر لی یا کسی شخصیت کے حوالے سے کسی تقریب کا انعقاد ہوا تو جعفری کا وہاں پڑھا ہوا مضمون خاکہ کہلایا۔ ان کے ہاں کچھ شخصیات پر لکھے طویل خاکوں کی مثالیں بھی دستیاب ہیں تو ساتھ ہی مختصر خاکوں کی روایت بھی دکھائی دیتی ہے۔ طویل خاکہ چراغ حسن حسرت اور مختصر خاکہ کی مثال کے لیے ہم مولانا مودودی پر لکھا ہوا ان کا خاکہ دیکھ سکتے ہیں۔ اب ان کے اس قسم کے مضامین خاکہ نگاری کی تعریف پر پورا اترتے ہیں یا نہیں۔۔۔ یہ سوال بھی اہم ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر بشیر احمد سیفی کا کہنا ہے کہ:

> چراغ حسن حسرت کا خاکہ "سنگاپور کا میجر حسرت" اور عزیز ملک کا خاکہ "حجرہ شاہ مقیم" ایسے خاکے ہیں جنہیں فنی طور پر مکمل خاکہ کہا جا سکتا ہے۔[۱]

ان دو خاکوں کے علاوہ بھی جعفری کے ان مجموعوں میں بے شمار ایسے خاکے ہیں جو خاکہ نگاری کی تعریف پر پورا اترتے ہیں مثلاً احمد ندیم قاسمی پر لکھا ہوا ان کا خاکہ اردو ادب کا منگلا ڈیم اور احسان دانش پر لکھا ہوا ان کا خاکہ اردو ادب کا کوہ کن دیکھا جا سکتا ہے۔ جعفری کو اپنے خاص اسلوب کی بنا پر یاد کیا جاتا ہے، جس میں انسانی زندگی کی بے پناہ مصروفیات، الجھنوں اور سنجیدگی کی کیفیت کو ختم کرنے کی دانستہ کاوش دکھائی دیتی ہے۔۔ ان کی خاکہ نگاری کے حوالے سے افتخار عارف لکھتے ہیں کہ:

> ضمیر بھائی کی نثر بے ساختہ تھی۔ ان کا اسلوب شگفتہ اور بے ساختہ تھا مگر ان کے تمام خاکے ایک ہی سطح کے نہیں ہیں۔ تقریباتی نوعیت کے خاکے بہت پڑھے تو جاتے ہیں مگر ان سے مکمل شخصیت کا انکشاف نہیں ہوتا۔ خوش گوار انداز میں اچھی لگنے والی باتیں بصورتِ خاکہ پیش کر دی گئی ہیں۔ بہر حال تحسین نقد پر غالب رہتی ہے۔[۲]

اس اقتباس میں بھی اگرچہ جعفری کے خاکوں کو تقریباتی شمار کیا گیا ہے مگر تحسین نقد پر غالب رہتی ہے سے اس امر کا اعتراف بھی کیا گیا ہے بہر صورت جعفری ایک خاکہ نگار تھے۔ اور اپنی عمدہ نثر اور اسلوب کی بناء پر

ان کے خاکوں کا اہم مقام و مرتبہ ہے۔ ان کے خاکوں کی انفرادیت کے مختلف پہلو ہیں۔ جن سے وہ معاصر خاکہ نگاروں سے منفرد دکھائی دیتے ہیں۔

کردار نگاری:

جعفری کی ایک اہم خوبی کردار نگاری ہے وہ حقیقی و فرضی شخصیات کا اس قدر خوب صورتی سے ذکر کرتے ہیں کہ قاری یوں سمجھتا ہے کہ صاحبِ خاکہ اس کے ارد گرد کہیں موجود ہے۔ بسا اوقات تو قاری اپنے آپ پر غور کرنا شروع کر دیتا ہے کہ کہیں اسی کو ذات کو تو موضوعِ بحث نہیں بنایا جا رہا ہے۔ مثلا جعفری کا ایک معروف خاکہ "ابن الوقت" ہے۔ جس میں ابن الوقت کے کردار کو اتنی جامعیت اور خوبصورتی سے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ کردار اپنے گرد ہی محسوس ہوتا ہے۔ جعفری کا یہ اقتباس دیکھنے کے لائق ہے۔

> خود ادب اور لٹریچر پر ابن الوقت کے بے شمار احسانات ہیں۔ اکثر و بیشتر ملک الشعراء کون بزر گوار تھے؟ آدمی کیسے بھی ہوں، یہ بتایئے کہ کیسا کیسا تابدار شعر وہ دنیا کو دے گئے ہیں؟ اور جو شخص تہذیب و آدمیت کا اتنا بیش بہا ورثہ چھوڑ جائے، وہ خود بنیادی طور پر گھٹیا آدمی کیونکر ہوا قصور وقت کا ہے، ابن الوقت کا نہیں۔ (۳)

اس اقتباس میں ابن الوقت کا کردار وضع کر کے جعفری معاشرے میں موجود ہر اس کردار کو بے نقاب کرتے ہیں جو چور دروازے سے اپنا مقام بنانے میں مصروف ہو، جعفری کا کہنا ہے کہ ابن الوقت جن کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہیں ان کا اپنا شعری و ادبی مقام و مرتبہ کیا ہے۔ چاپلوسی اور خوشامد کے بل بوتے پر بنائے جانے والی حیثیت عارضی ہوتی ہے۔ جعفری کا یہ خاکہ اس کے اہم خاکوں میں ہے اور کردار نگاری کے ضمن میں بطورِ حوالہ اس کا ذکر ضروری ہے۔

اسی طرح ان کا ایک فرضی کردار "چاچا دینا" بھی ہے۔ چاچا دینا کالج میں بار بار فیل ہونے والا سینئر طالب علم ہے اور فرضی قصے کہانیوں اور شجرہ نسب کی بدولت اپنا مقام و مرتبہ بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ چاچا دینا کا کردار وضع کر کے جعفری معاشرے میں موجود ان لوگوں پر نقد کرتے ہیں جن کے ہاں عزت و احترام کے لیے فرضی کہانیاں اور اپنے بزرگوں کی کرامات سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ جعفری کا کہنا ہے کہ

> باتیں کرنے کا انہیں خالص چسکا تھا اور بات کرنے کا خاصا ڈھب بھی آ گیا تھا۔ کالج میں اپنی گزشتہ پندرہ سالہ زندگی میں انہوں نے یہی ایک فن سیکھا تھا۔ (۴)

ان کے علاوہ بھی جعفری کے ہاں بہت سے ایسے فرضی کردار موجود ہیں جنہوں نے اس کی خاکہ نگاری کو انفرادیت عطا کی ہے اور کردار نگاری کے ضمن میں بطورِ حوالہ ان کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

معاشی ناآسودگی اور اقتصادی ناہمواری کا اظہار:

ادیب سماج سے ہٹ کر نہ سوچ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے، انسانی سماج میں جو مسائل ہوتے ہیں، وہ ادیب اور شاعر کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے، دیگر لکھنے والوں کی طرح جعفری کی ہاں بھی انسانی قدروں اور مسائل کا مکمل ادراک کیا گیا ہے، مثلاً معاشی ناآسودگی اور اقتصادی ناہمواری جیسے اہم مسائل کو وہ اپنے خاکوں میں ایک خاص انداز میں برتتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ احسان دانش پر لکھے خاکے میں وہ ان کے خراب معاشی حالات پر کڑھتے ہیں اور طنز کرتے ہیں کہ ان کی تعلیم حاصل نہ کر سکنے کی بنیادی وجہ غربت تھی۔ ریاست کو اپنی اس فلاحی حیثیت کی ناکامی کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ سماج میں نفسا نفسی کا عالم تھا۔ احسان دانش کے اخراجات اور اس کی تعلیمی حیثیت میں بہتری کا خیال کسی کو نہ آیا۔ جعفری کی کڑھن ملاحظہ کیجئے۔

> طبقاتی ناہمواریوں، ناآسودگیوں اور ناانصافیوں کی عکاسی میں وہ انجمن میں تنہا تو نہ تھے، مگر اس درد کی کسک ان کے اپنے لہو سے کشید ہو کر نکلتی تھی، اس لیے وہ بجا طور پر شاعرِ مزدور کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ (۵)

معاشی ناآسودگی اور طبقاتی تقسیم پر جعفری کے کئی خاکوں میں طنز موجود ہے مثلا "ادب کا حجرہ شاہ مقیم" ان کا خاکہ دیکھا جا سکتا ہے۔ جعفری اپنے مخصوص اسلوب سے کسی بھی حوالے سے ہٹتے دکھائی نہیں دیتے۔ ایسی کئی مثالیں ان کے خاکوں میں بکھری پڑی ہیں۔

موازنہ اور تضاد:

مزاحیہ خاکہ نگاروں کے ہاں موازنہ، تضاد اور تقابل سے مزاحیہ رنگ بکھیرنا بھی ایک اہم حربہ رہا ہے۔ دیگر لکھنے والوں کی طرح جعفری نے بھی اپنے خاکوں میں ان کا استعمال کیا ہے۔ محمد عارف اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

> موازنہ اور تضاد سے بیک وقت دو مختلف چیزوں سے مشابہت اور تضاد کا موازنہ کر کے ہنسی کو پیدا کیا جاتا ہے۔ دیگر زبانوں کے ادب کی طرح اردو ادب میں بھی مزاح کے اس حربے

سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، تاہم موازنے کے لیے ناموزونیت اور بے ڈھنگے پن کا مشاہدہ میں آنا ضروری ہے۔[۶]

جعفری کے ہاں کمال خوبصورتی سے اس حربے کا استعمال جابجا دکھائی دیتا ہے۔ وہ ان دونوں پہلوؤں سے اپنے اسلوب کو جاندار بناتے ہیں۔ ان کے مختلف خاکوں میں یہ عناصر تلاشے جاسکتے ہیں۔ حکیم سینا پر لکھے خاکہ میں اللہ کی رزاقی پر گفتگو کرتے ہوئے پتھر کے سینے میں پرورش پانے والے کیڑے اور اندھی گلی میں مطب چلانے والے حکیم سینا کا ایک ہی سانس میں موازنہ اور ذکر ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح لالہ مصری خان پر لکھے خاکہ میں بکری اور خضاب کے موازنہ نے بھی خاکہ کو دلکشی عطا کی ہے۔ ابن الوقت کا کردار بھی موازنے کی بہترین صورت ہے۔

لفظوں کا الٹ پھیر:

لفظوں کے الٹ پھیر، معمولی سی تبدیلی اور تحریف بھی مزاحیہ حربوں میں ایک اہم حربہ رہا ہے۔ جعفری کے ہاں بھی تحریف کا عمدہ اور برجستہ استعمال موجود ہے۔ وہ جملوں کی بناوٹ اور ذو معنی الفاظ کے استعمال سے بھی اپنے اسلوب کو جاندار بناتے ہیں۔ حفیظ جالندھری پر لکھے خاکہ میں ان کا یہ اقتباس قابلِ غور ہے۔

> وہ تو اس وقت پچھتر برس کی عمر میں بھی ماشاء اللہ جوانوں والا" تہیہ طوفان" رکھتے ہیں۔ شاہنامہ کے اسلوب پر"چیونٹی نامہ "لوگوں کو"چیونٹی نامے" پر حیرت ہوتی ہے۔[۷]

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

> تختے چل بھی نکلے تھے مگر اتنی دور چلے گئے تھے کہ تھوڑے ہی دنوں میں دکان کا تختہ ہو گیا۔[۸]

اس اقتباس میں تختے اور تختہ سے مزاحیہ رنگ بکھیرا ہے۔ دونوں الگ الگ معانی کے حامل ہیں۔ ایک اور جگہ اپنے بارے میں لکھتے ہوئے اپنے آبائی وطن جہلم کو جہنم سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> میرا آبائی وطن جہلم ہے۔ میں نے پہلی خواندگی میں جہنم کو جہلم ہی پڑھا۔[۹]

ان تمام مثالوں سے جعفری کی اپنے اسلوب میں مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر خوبصورتی سے تحریف اور جملوں کے الٹ پھیر سے اپنے خاکوں کو مزاحیہ رنگ دیتے ہیں۔ اور یہی ایک خاکہ نگار کی خوبی ہوتی ہے کہ قاری بے ساختہ اس کے ساتھ سفر کرتا جائے اور زیرِلب تبسم پر مجبور ہو۔ فنی طور یہ حربے خاکہ نگاری کو مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جعفری کے ہاں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو اس کے اسلوب پر گواہی کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں مثلاً آواز دوست پر لکھے خاکہ میں مینار، مینارہ نور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی ضمیر جعفری کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

سید ضمیر جعفری الفاظ کا بادشاہ ہے،ان کے الٹ پھیر سے مزاحیہ اثر پیدا کرتا ہے اور کہیں کرداروں کی مضحک عادتوں سے ہنسی کا سامان پیدا کرتا ہے۔(۱۰)

دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال:

خاکہ نگار دیگر زبانوں کے الفاظ اور جملوں سے استعمال سے بھی اپنے اسلوب کو آگے بڑھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ان کی عبارت اور جملے میں اگر اردو کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مفہوم تو واضح ہو جاتا مگر مزاح کی چاشنی ناپید ہوتی،خاکہ میں مزاحیہ رنگ اختیار کرنے اور قاری کی دلچسپی پیدا کرنے کے لیے دیگر زبانوں کے ان الفاظ کی اہمیت کا اندازہ جعفری کے ان اقتباسات سے دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ چاچا دینا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

وہ ہم سے بہت پہلے چاچا کی حیثیت سے "کنفرم" ہو چکے تھے۔(۱۱)

اس مثال میں اگر جعفری کے ہاں انگریزی لفظ "کنفرم" کی جگہ اردو کا کوئی لفظ استعمال ہوتا تو قابلِ ذکر نہ ہوتا اور نہ ہی ہنسی یا مزاح کی کوئی کیفیت پیدا ہوتی۔خاکہ نگار نے جہاں درست سمجھا وہاں دیگر زبانوں کے الفاظ استعمال کر کے اپنے فن کو تقویت بخشی۔

ایک اور خاکہ میں جمیلہ ہاشمی کے ناول وہ اس انداز میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

یہ ناول عورت کی طرف سے مرد کے خلاف باقاعدہ "چارج شیٹ" کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔(۱۲)

اس اقتباس میں بھی لفظِ چارج شیت سے ایک مخصوص کیفیت اور فضا پیدا کی گئی ہے جو اس کے اردو متبادل کے استعمال سے ممکن نہ تھی۔ الغرض جعفری کے خاکوں کے ان مجموعوں میں بے شمار اسی مثالیں ہیں جو ہنسی اور مزاح کا سبب بنتی ہیں۔

وضع اصطلاحات:

مخصوص اصطلاحات کے ہم وزن اصطلاحات وضع کرنے میں بھی جعفری کو اختصاص حاصل تھا۔ان کی خاکہ نگری میں ایسی بے شمار اصطلاحات نظر آتی ہیں جو ان سے پہلے ان معنوں میں کسی نے استعمال نہیں کی تھیں اور

یہ امر بھی بطور خاص قابلِ ذکر ہے کہ ان اصطلاحات کا استعمال صرف شگفتگی پیدا کرنے کے لیے کیا گیا ہے، ان کے ہاں عبدالحمید عدم کے خاکہ میں جی ایچ کیو کے ہم وزن بی ایچ کیو (بیچلر ہیڈ کوارٹر) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، جس سے خاکہ میں ایک دلچسپ فضا تخلیق ہوتی نظر آتی ہے۔فنی سطح پر جعفری عصرِ حاضر میں اہم خاکہ نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ان کے ہاں مختلف رنگ موجود ہیں۔

تحریف اور پیروڈی:

تحریف اور پیروڈی بھی لفظی مزاح نگاری کی ایک اہم صورت ہے۔جعفری کی خاکہ نگری میں بھی اس کا استعمال دکھائی دیتا ہے۔وہ کسی مصرعے یا لفظ میں معمولی سی تبدیلی کے ذریعے نہ صرف اپنے فن کو تقویت بخشتے ہیں بلکہ ہنسی اور مزاح کی کیفیت بھی پیدا کرتے ہیں۔داغ دہلوی کا ایک مصرع "حضرتِ داغ جہاں بیٹھ گئے، بیٹھ گئے" کو وہ یوں برتتے ہیں "حضرتِ داغ جہاں بیٹھ گئے، لیٹ گئے"۔جعفری کو اس حوالے سے افتخار عارف یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

> مہذب، شگفتہ اور برجستہ مزاح کی جس روایت کا آغاز انہوں نے کیا، وہ آنے والوں کے لیے ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ان کے مزاح میں جتنا تنوع نظر آتا ہے، مزاح کی عصری تاریخ میں کم کم نظر آتا ہے۔[۱۳]

جزئیات نگاری:

جعفری کی خاکہ نگاری کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ انہیں جزئیات نگاری میں ملکہ حاصل ہے۔وہ کسی معمولی سے واقعے کو بھی اس قدر باریکی اور جزئیات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ قاری حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور ان کے اسلوب میں کھو جاتا ہے۔لالہ مصری خان کے خاکہ میں وہ داڑھی مونڈنے کے عمل کو کس قدر بسط و تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔اس اقتباس میں ملاحظہ کیجیے۔

> ایک ایک بلیڈ کئی سال چلتا بلکہ چلایا جاتا، بلیڈ کو روزانہ آدھا گھنٹہ کسوٹی پر رگڑ کر تیز کرتے، عملاً اس عمل میں کسوٹی تیز ہوتی، بہر حال ان کا داڑھی مونڈنا اچھی خاصی جراحی کا عمل تھا۔وہ بال مونڈتے نہ تھے، بہ نفس نفیس ایک ایک بال کے پاس جا کر بال کو کھال سے اکھاڑتے تھے۔نوبت ٹھوڑی کے بالوں تک پہنچی تو گویا فریقین میں دست بدست لڑائی

شروع ہو جاتی، اس کارروائی میں آپ اکثر اوقات لہولہان بھی ہوئے مگر میدان یعنی تھوڑی ہمیشہ انہی کے ہاتھ رہی۔ (۱۴)

اس اقتباس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ ایک معمولی سی بات کو کس قدر گھما کر اور جزئیات سمیت ذکر کیا ہے کہ قاری نہ صرف لطف اٹھاتا ہے بلکہ وہ اس عمل میں خود کو بھی شریک سمجھ لیتا ہے۔ جعفری کی یہی خوبی تھی کہ وہ قاری کو کسی بھی لمحے اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ قاری کا ذہن اور جعفری کا قلم برابر شریکِ سفر رہتے ہیں۔ جہاں قلم کی تان ٹوٹتی ہے وہاں قاری پڑاؤ ڈالتا ہے۔ گویا وہ معاشرے کی نبض پہ ہاتھ رکھ کر لکھنا جانتے تھے۔ ڈاکٹر خورشید رضوی جعفری کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

اردو مزاح کی تاریخ میں ضمیر جعفری کو ایک منفرد اور نہایت قد آور شخصیت کہنا محض آدابِ مجلس کے لیے نہ ہوگا، میں ذاتی طور پر اس معاملے میں شرح صدر رکھتا ہوں اور ضمیر کی کسی خلش کے بغیر انہیں اپنے فن میں یکتائے روزگار تصور کرتا ہوں۔ (۱۵)

ڈاکٹر خورشید احمد رضوی جیسے صاحبِ طرز ادیب جب جعفری کو ان شاندار الفاظ میں خراج پیش کر رہے ہیں تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ادبی قد کاٹھ کے حوالے سے جعفری کہاں کھڑے تھے۔ وہ اپنے دور میں بھی ممتاز تھے، آج بھی انہیں سراہا جارہا ہے اور اردو ادب کے آنے والے دور میں بھی جعفری کے فن کا احترام کیا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری، نذیر سنز، لاہور، ۱۹۹۳، ص ۸۱

۲۔ افتخار عارف، (انٹرویو) از محمد عزیر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۱ نومبر ۲۰۱۹، بوقت دن ۱۲ بجے

۳۔ ضمیر جعفری، اڑتے خاکے، بک کارنر، جہلم، ۱۹۵۷، ص ۴۱

۴۔ ضمیر جعفری، اڑتے خاکے، بک کارنر، جہلم، ۱۹۵۷، ص ۲۰

۵۔ ضمیر جعفری، کتابی چہرے، نیرنگِ خیال پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۶، ص ۷۵

۶۔ محمد عارف، مزاحیہ غزل کے خدوخال، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۵، ص ۱۹

۷۔ ضمیر جعفری، کتابی چہرے، نیرنگِ خیال پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۶، ص ۴۴

۸۔ ضمیر جعفری، کتابی چہرے، نیرنگِ خیال پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۶، ص ۸۲

۹۔ ضمیر جعفری، کتابی چہرے، نیرنگِ خیال پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۶، ص ۱۴۴
۱۰۔ عرفان اللہ خٹک، ڈاکٹر، سید ضمیر جعفری: فن اور شخصیت، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص ۲۸۷
۱۱۔ ضمیر جعفری، اڑتے خاکے، بک کارنر، جہلم، ۱۹۵۷، ص ۱۸
۱۲۔ ضمیر جعفری، کتابی چہرے، نیرنگِ خیال پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۶، ص ۱۴۷
۱۳۔ عرفان اللہ خٹک، ڈاکٹر، سید ضمیر جعفری: فن اور شخصیت، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص ۲۸۷
۱۴۔ ضمیر جعفری، اڑتے خاکے، بک کارنر، جہلم، ۱۹۵۷، ص ۹۴
۱۵۔ خورشید رضوی، ڈاکٹر، سید ضمیر جعفری: فن اور شخصیت، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص ۱۰۶